36688
237

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں مفتی صاحب اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ہمارے ہاں باڑے والے (کیٹل فارمز کے مالکان) یہ کرتے ہیں کہ جب کوئی گائے یا بھینس بچہ دیتی ہے تو چونکہ شروع میں دودھ بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے لوگ، باڑے والوں سے وہ جانور، دودھ حاصل کرنے کے لئے کرایہ پر لے جاتے ہیں جس کی مدت عام طور پر چھ ماہ اور کرایہ تیس ہزار روپے (30000) مقرر ہوتا ہے، اگر ماہانہ دینا چاہے تو پانچ ہزار روپے قسط ہوتی ہے اور اگر چاہے تو کرایہ کی رقم یک مشت بھی ادا کر سکتا ہے اور اس دوران جانور کے چارے وغیرہ کا انتظام بھی کرایہ پر لینے والے کے ذمہ ہوتا ہے، اور جس وقت کرایہ دار جانور واپس کرتا ہے تو اس جانور کا بچہ (الف) خود اپنے پاس رکھ لیتا ہے، یہ بات پہلے سے طے ہوتی ہے۔

جناب سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا ہمارا اس طرح معاملہ کرنا شریعت میں درست ہے؟ اگر یہ معاملہ درست نہیں تو اس کو کس طرح جائز بنایا جا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو سلامت رکھے۔ آمین

دار الافتاء
نمبر 2/1586

المستفتی:

حبیب اللہ راجن پوری

0333.6469356

(الف)
وضاحت:

مستفتی نے فون پر بتایا کہ جانور جو کرایہ پر لیا جاتا ہے، اس کا بچہ بھی ساتھ ہی دیا جاتا ہے تاکہ اس کی نشو ونما بھی ماں کے ساتھ ہوتی رہے البتہ جانور واپس کرتے وقت وہ بچہ، کرایہ پر لینے والے کے پاس چھوڑ دیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال میں مذکور معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں جانور کو اس لئے کرایہ پر لیا جاتا ہے تاکہ اس سے دودھ حاصل کیا جائے حالانکہ اس مقصد کے لئے جانور کو کرایہ پر لینا دینا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ کرایہ داری کے معاملہ میں اصل چیز (معقود علیہ) کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع سے استفادہ کیا جاتا ہے جب کہ صورتِ مسئولہ میں عین (یعنی دودھ) ہی استعمال ہو رہا ہے، للہٰذا اس معاملہ سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

اس کی متبادل صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مذکورہ تیس ہزار روپے کی رقم، جانور کے کرایہ کے طور پر نہ لی جائے بلکہ اسے جانور کے بچے کی قیمت بنادیا جائے یعنی باڑے والا، جانور کے بچے کو جانور لینے والے کے ہاتھ (مثلاً تیس ہزار روپے میں) بیچ دے اور اس کے بعد ایک الگ اور مستقل معاملے کے ذریعے وہ جانور اسے چھ ماہ کے لئے عاریت پر دے دے یعنی اسے یہ کہے کہ تم اتنی مدت تک اس جانور کو لے جاکر اس کا دودھ مفت استعمال کرسکتے ہو (بشرطیکہ دونوں معاملوں (خرید وفروخت + عاریت) میں سے ہر ایک معاملہ دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہو بلکہ بچہ فروخت کرنے سے پہلے یا بعد میں الگ اور مستقل طور پر جانور، عاریت پر دینے کا معاہدہ کرلیا جائے) اس طرح مذکورہ معاملہ درست ہو جائے گا، اور جتنی مدت وہ جانور اس شخص کے پاس رہے گا، اس کے چارے وغیرہ کے اخراجات جانور لینے والے پر ہی لازم ہوں گے۔

تاہم قسطوں پر فروخت کرنے کی صورت میں درج ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے:

۱۔ مجلسِ عقد میں ہی جانور کے بچے کی قیمت، دونوں کی باہمی رضامندی سے طے کرلی جائے، قیمت کو مبہم نہ رکھا جائے۔

۲۔ ادائیگی کی مدّت، قسطوں کی مقدار اور ادائیگی کے اوقات بھی متعیّن کرلئے جائیں۔

۳۔ ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں خریدار پر مالی جرمانہ یا اس سے کسی قسم کی مزید رقم کا مطالبہ نہ کیا جائے (کیونکہ یہ سود میں داخل ہے)۔

واضح رہے کہ اس دوران اگر جانور کا بچہ مرگیا تو بھی خریدار پر اس کی قیمت ادا کرنا لازم ہوگا۔

بدائع الصنائع - (۴ / ۱۷۵)

وإذا عرف أن الإجارة بيع المنفعة فنخرج عليه بعض المسائل فنقول لا تجوز إجارة الشجر والكرم للثمر لأن الثمر عين والإجارة بيع المنفعة لا بيع العين ولا تجوز إجارة الشاة للبنها أو سمنها أو صوفها أو ولدها لأن هذه أعيان فلا تستحق بعقد الإجارة وكذا إجارة الشاة لیرضع ((لترضع)) جدیا أو صبيا لما قلنا

الهداية شرح البداية - (۳ / ۲۴۱)

لأن عقد الإجارة لا ينعقد على إتلاف الأعيان مقصودا كما إذا استأجر بقرة ليشرب لبنها

درر الحكام في شرح مجلة الأحكام - (۲ / ۳۵۵)

(المادة ۸۱۵) نفقة المستعار على المستعير بناء عليه لو ترك المستعير الدابة المعارة بدون

دار الافتاء

علف فهلكت ضمن. سواء أكانت العارية مطلقة على ما سيجيء في المادة (٨١٦) أم مؤقتة على ما سيجيء في المادة (٨١٧)؛ لأن المستعير لما كان مالكا لمنافع العارية مجانا فنفقتها على المستعير بناء على القاعدة (الغرم بالغنم).

وعليه لو قال أحد لآخر: أعطيتك هذا الحيوان لتستعمله وتعلفه كان ذلك عارية وليس هذا عقد إجارة بأن يعد أمر إعطاء العلف بدل إجارة. .... والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب

محمد وقاص

محمد وقاص

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۶/صفرالخیر/۱۴۳۵ھ

۳۱/دسمبر/۲۰۱۳ء

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفراللہ لہ
۲۷/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
عبدالمنان عفی عنہ
۲۸/۲/۱۴۳۵ھ

مفتی

نائب مفتی

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفی عنہ
۲۸/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
۲۸/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ
۶/۳/۱۴۳۵ھ

دارالافتاء
فتویٰ نمبر ۲/۱۵۸۸